خصائص وامتیازات مصطفیٰ ﷺ: علامہ سعیدی کی شرح صحیح مسلم کا مطالعہ

(Characteristics and Peculiarities of the Prophet: A Study of *Allāma Sa'īdī's Sharḥ Ṣaḥīḥ* Muslim**)**

محمد ریاض خان*

پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی**

Abstract

The description of the characteristics of the Prophet (PBUH) has been an important topic in *Sīra* writings. *Allāma Ghulām Rasūl Sa'īdī* in his *Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim* has paid special attention to the mention of the characteristics and peculiarities of the Prophet. Highlighting the points regarding the characteristics of the Prophet he asserts that forgiveness of all the prophets is certain, but the promise of forgiveness in the world is only to the Prophet Muhammad. In spite of the account of forgiveness, the frequent worship of the Prophet was to encourage the *Ummah* to be thankful to Allah. The intercession of the Prophet is proved by Quran and *Ḥadīth*. To *Sa'īdī*, the use of word *Baddu'ā* is not suitable in context of the Prophet instead the word *du'ā-e-Zarar* should be used. It concludes that the Prophet was a perfect man and unique in his personality and attributes.

Keywords: Prophet, Characteristics, *Allāma Sa'īdī*, *Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim*

حضور ﷺ کے خصائص وامتیازات کے حوالے سے لاتعداد مستقل کتب کے ساتھ ساتھ کتب تفسیر وشروحِ حدیث میں بھی تفصیلی مباحث ملتے ہیں۔ شروح حدیث میں صحیح مسلم کی شروحات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ان شروحات میں

* لیکچرر، گورنمنٹ کالج آف کامرس، میانوالی/پی ایچ ڈی سکالر شعبۂ حدیث وسیرت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

** سابق چیئرمین شعبۂ حدیث وسیرت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

متعدد مقامات پر حضور ﷺ کے خصائص وامتیازات کا تذکرہ ہے۔ مسلم کی اردو شروحات میں علامہ غلام رسول سعیدی (1356ھ/1937ء-1437ھ/2016ء)[1] کی شرح صحیح مسلم ایک بلند پایہ علمی و تحقیقی تالیف ہے۔ سات جلدوں پر مشتمل اس شرح کا آغاز 1980ء میں ہوا اور 1993ء میں مکمل ہوئی۔ اس شرح میں علامہ سعیدی نے حضور ﷺ کے خصائص و امتیازات کے حوالے سے نہایت وقیع تحقیقات پیش کی ہیں۔ اس مضمون میں انھی تحقیقات کا مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔

مغفرت کلی

حضور نبی رحمت ﷺ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت آپ کی مغفرت کلی ہے، جس کا اعلان اللہ سبحانہ و تعالی نے سورہ الفتح میں کیا ہے: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۔ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۔[2] "بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالی آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے اور اپنی نعمت آپ پر پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے۔" امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ تمام انبیائے کرام معصوم عن الخطاء ہیں مگر اللہ تعالی کی جانب سے کسی بھی نبی کے لیے مغفرت کلی کا اعلان نہیں کیا گیا اور نہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی کی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت ہے۔ یہ امتیاز آں حضرت ﷺ کی ذات گرامی کو حاصل ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے لیے مغفرت کلی کا اعلان فرمایا لیکن آپ ﷺ کی یہ خصوصیت صرف اسی وقت ہوگی جب مغفرت ذنوب کا تعلق آپ ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ ہی برقرار رکھا جائے، اس میں اگلوں پچھلوں کی مغفرت یا کسی اور قسم کی تاویل نہ کی جائے نیز ذنوب سے مراد بظاہر خلاف اولیٰ لیا جائے۔ علامہ سعیدی نے امام سیوطی کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے، جس کے مطابق آپ ﷺ نے اپنے ذنوب کی مغفرت کو اپنی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر حنبلی کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کا قول لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ آپ کی ان خصوصیات میں سے ہے جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کسی اور شخص کے کسی عمل کے ثواب کے متعلق صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا کہ اگلے اور پچھلے تمام ذنوب کی مغفرت کردی گئی، اس میں نبی ﷺ کی بہت عزت اور فضیلت ہے۔[3]

---

[1] علامہ سعیدی کے سوانحی حالات کی تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے: محمد ناصر خان چشتی، حیات سعید ملت (لاہور: فرید بک سٹال، س۔ن)؛ ڈاکٹر محمد عاطف اسلم راؤ، محدث اعظم پاک وہند کا سوانحی خاکہ (ارتقاء فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، 2016ء)۔

2 الفتح 48 :1-3۔

3 حافظ عماد الدین ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: محمد حسین شمس الدین (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1419ھ)، 7:304۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رسول اللہ ﷺ کے جو خصائص بیان کیے ہیں، ان میں سے ایک مغفرت کلی ہے، جیسا کہ علامہ عزالدین عبد السلام نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کو دنیا میں مغفرت کی خبر دے دی گئی ہے اور اللہ تعالی نے باقی انبیا علیہم السلام میں سے کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی ہے ،اسی وجہ سے وہ قیامت کے دن نفسی نفسی کہیں گے۔ اس عبارت کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ اگرچہ تمام انبیاے کرام مغفور ہیں اور انبیا کو عذاب ہونا ممکن نہیں ہے، لیکن اللہ تعالی نے کسی نبی کے متعلق اس کی وضاحت نہیں فرمائی اور کسی نبی کو اس کی خبر بھی نہیں دی اور مغفرت کی تصریح صرف حضرت محمد ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، تاکہ آپ اپنے متعلق ہر قسم کی تشویش سے فارغ ہو کر تسلی کے ساتھ امت کے گناہوں کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کی شفاعت میں کوشش کریں۔[4]

اس بحث سے واضح ہوا کہ ذنوب کی کلی طور پر مغفرت سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ ذنوب سے مراد خلاف اولیٰ لینا مناسب ترین ہے۔ مذکورہ آیت میں ذنوب کا تعلق سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی برقرار رکھا جائے تو تب یہ خصوصیت حاصل ہو گی نہ کہ ذنوب کی نسبت اگلوں اور پچھلوں کی طرف کی جائے۔ مغفرت کلی کی نوید فقط سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو دی گئی۔ مغفرت کلی کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرتِ عبادت شکر گزاری کی ترغیب تھی۔

شفاعت مصطفیٰ ﷺ

آں حضرت ﷺ کی شفاعت مؤمنین کے لیے قرآن اور سنت سے ثابت ہے۔ علما کا شفاعت مصطفیٰ ﷺ پہ اجماع ہے کہ روز قیامت باذن اللہ حضور نبی رحمت ﷺ اپنے گنہگار امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے، تاہم شفاعت کی کیفیات میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ سعیدی نے شفاعت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے: "معصیت کبیرہ میں تخفیف عذاب یا بالکلیہ اسقاط عذاب یا صغائر کی معافی یا جب نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں تو دخول جنت یا درجات کی بلندی کیلئے کوئی مقبول بارگاہ صمدیت اللہ تعالی کے حضور، اس کی اجازت سے یا اس کی عطا کردہ وجاہت اور محبوبیت کی بنیاد پر کسی شخص کی شفاعت کرے۔"[5] علامہ سعیدی نے صحیح مسلم کی حدیث نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ہر سرخ وسیاہ(مشرقی ومغربی) کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پہلے کسی نبی کے لیے مال غنیمت حلال نہیں ہوتا تھا وہ صرف میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے اور صرف میرے لیے تمام زمین پاکیزہ اور مسجد بنادی گئی ہے، لہٰذا جس جگہ بھی نماز کا وقت پالے وہاں نماز پڑھ سکتا ہے اور میری ایسے رعب سے مدد کی گئی ہے جو لوگوں پر ایک ماہ

---

4 شیخ عبدالحق دہلوی، مدارج النبوۃ (سکھر: مکتبہ نوریہ رضویہ، س۔ن)، 1: 124-125۔

5 مولانا غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم (لاہور: فرید بک سٹال، 2002ء)، 2:39۔

کی مسافت سے طاری ہو جاتا ہے اور مجھ کو شفاعت عطا کی گئی ہے۔[6] یہ حدیث نقل کرنے کے بعد علامہ سعیدی نے شفاعت کا مفہوم اور شفاعت کے متعلق مختلف نظریات بیان کیے ہیں۔اس بحث میں آپ نے عقیدۂ شفاعت کے متعلق پائے جانے والے مختلف شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے اور اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔ حضورِ الوہیت میں انبیاے کرام علیہم السلام کو جو وجاہت قرآن میں حاصل ہے ،وہ بیان کی ہے۔اسی طرح نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی وجاہت کو بھی قرآن واحادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔علاوہ ازیں انبیاے کرام کی شفاعت پر قرآن حکیم کی اکیاون آیات مقدسہ نقل کی ہیں۔اسی طرح چالیس احادیث مبارکہ شفاعت کے اثبات میں پیش کی ہیں۔ [7]

علامہ سعیدی نے شفاعت کا مفہوم واضح کرکے قرآن وسنت سے حضور شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت کے ثبوت میں دلائل دیے ہیں، شفاعت کی اقسام بھی تحریر کی ہیں جن کی تعداد انچاس تک ذکر کی ہے۔ جیسے شفاعت کبریٰ، انبیاء علیہم السلام کے لئے شفاعت، اہل مدینہ کے لئے شفاعت، اہل مکہ کے لیے شفاعت، اطفال مومنین کے لیے، نماز جنازہ میں شرکاء کی شفاعت وغیرہ۔ ایک مومن شفاعت النبی ﷺ میں شبہ کر ہی نہیں سکتا ہے تاہم شفاعت کے موضوع کے متعلق بعض تحریروں اور تقریروں سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ شفاعت اور عیسائیت میں نظریہ کفارہ کا ایک ہی مفہوم ہے کہ جب شفاعت سے ہی بخشش کا سامان پیدا ہوگا تو پھر دنیائے خارزار میں عمل کی ضرورت کیا ہے۔ برائی اور غلط کاری سے بچنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔نیکی اور عمل صالح میں تشویق کا فائدہ ہی کیا ہے۔ علامہ سعیدی نے بھی بحث کے آخر میں اسی چیز کو واضح کیا ہے کہ مسلمانوں کا نظریہ شفاعت عیسائیوں کے نظریہ کفارہ سے یکسر مختلف ہے۔اس لیے کہ قرآن کریم کی کئی آیات ایسی ہیں کہ جن میں بعض گناہ دخول جہنم کا سبب ہیں اور بعض گناہوں کے اوپر عذاب کی وعید ہے۔ جیسے یتیم کا مال ناحق کھانا، ناحق قتل کرنا، سود کھانا، ڈاکہ ڈالنا، زکوۃ ادا نہ کرنا، نماز میں سستی کرنا وغیرہ۔[8]

شفاعت مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ رحمت الٰہی کی وسعت کے متعلق بھی قرآنی آیات موجود ہیں کہ جن کے مطابق رحمت الٰہی اتنی وسیع ہے کہ وہ رحیم ذات تمام گناہوں کو بھی بخش دیتی ہے۔ تو قرآن کریم کا ترغیب وترہیب کا اصول قائم ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ شفاعت وبخشش کی بھی کئی صورتیں ہیں کہ کچھ عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد بخش دیا جائے یا اصل عذاب میں تخفیف کردی جائے یا رحمت الٰہی اور شفاعت نبوی ﷺ سے بالکل معافی مل جائے۔ اللہ کی رحمت سے ہمیشہ مکمل معافی کا امیدوار رہنا چاہیے اور شفاعت مصطفیٰ ﷺ پر مکمل یقین رکھنا چاہیے مگر اپنے آپ کو اس قابل بنانے کی کوشش تو کرنی چاہیے کہ روز محشر عدالت ایزدی میں اور نگاہ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے شرمسار تو نہ ہونا پڑے۔

---

6 مسلم بن حجاج القشیری ، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ (بیروت : دار احیاء التراث العربی ،س۔ن)، کتاب المساجد، باب تحویل القبلہ من القدس الی الکعبۃ، رقم الحدیث: 521۔

7 دیکھیے: سعیدی، شرح صحیح مسلم، 2:38-58۔

8 دیکھیے: سعیدی، شرح صحیح مسلم، 2:59-60۔

مقامِ محمود

علامہ سعیدی نے حضور نبی رحمت ﷺ کے مقام محمود کا تذکرہ حدیث بخاری کے حوالے سے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا۔ لوگ کہیں گے کہ کاش ہم اپنے رب کے حضور کسی کی شفاعت طلب کریں جو ہم کو اس جگہ سے فرحت بخشے۔ پھر تمام لوگ حضور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ وہ ان کی سفارش کریں تو حضور نے فرمایا: میں اللہ تعالی سے اجازت طلب کروں گا، میں سجدہ میں گر جاؤں گا پھر جب تک اللہ تعالی چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے میرے حبیب اپنا سر اٹھالیں آپ مانگتے جائیں، میں عطا کرتا جاؤں گا، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پھر میں اپنا سر اقدس اٹھاؤں گا پھر میں اپنے رب کی ان کلمات کے ساتھ تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھادے گا پھر میں شفاعت کرتا جاؤں گا پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ میں اسی حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرتا جاؤں گا پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا پھر تیسری بار یا چوتھی بار فرمایا حتی کہ جہنم میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمادیا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ [9]

حوض کوثر

روز محشر جب گرمی عروج پہ ہوگی اور حضور نبی اکرم ﷺ کے امتی گھبراہٹ کا شکار ہوں گے اور روز حساب سے پریشان ہوں گے تو ساقی کوثر حضرت محمد ﷺ اپنے امتیوں کی پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں دست گیری فرمائیں گے اور انھیں اپنے دست اقدس سے جام پلائیں گے جس سے قلبی سکون ملے گا اور گھبراہٹ ختم ہوجائے گی اور جو امتی حوض کوثر سے جام نوش کرلے گا اس کو کبھی پیاس کی تڑپ نہ ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ کے امتیازات اور فضائل میں سے ایک حوض کوثر کا عطا ہونا ہے۔ علامہ سعیدی نے کتاب الفضائل میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حوض کی اختصاص کی وجہ علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے یہ بیان کی ہے کہ حوض کوثر کا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہونا معروف ہے مگر امام ترمذی نے حضرت سمرہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہے اور وہ اپنے حوض پر ایک عصا لیے کھڑا ہوگا اور اپنی امت میں سے جس شخص کو پہچانے گا، اس کو بلائے گا اور انبیا پیروکار زیادہ ہونے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوسعید سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ نبی اپنی امت کو پکارے گا اور ہر نبی کا ایک حوض ہے کسی نبی کے پاس ایک جماعت آئے گی، کسی کے پاس ایک شخص آئے گا، کسی نبی کے پاس دو شخص آئیں گے اور کسی نبی کے پاس ایک شخص بھی نہیں آئے گا۔ میرے پیروکار تمام نبیوں سے زیادہ ہوں گے۔ اس کی سند میں کچھ ضعف ہے اور اگر یہ احادیث ثابت ہوں تو ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ وہ حوض مختص ہے جس میں کوثر کا پانی گرتا ہے کیونکہ

---

9 دیکھیے: محمد بن إسماعیل البخاری، صحیح البخاری (الجامع المسند الصحیح المختصر من إمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وإیامہ) (دمشق: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب تفسیر القرآن، باب قول اللہ علم آدم الاسماء کلھا، رقم الحدیث: 7440۔

پہلے انبیا کے حوضوں کے متعلق یہ وصف منقول نہیں ہے او سورہ کوثر میں اسی وصف کو نبی ﷺ کے لئے وجہ امتنان اور سبب احسان قرار دیا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہر مکلّف کے اوپر حوض کی تصدیق کرنا واجب ہے کیوں کہ تیس سے زیادہ صحابہ سے حوض کے متعلق احادیث مروی ہیں جن کے مجموعہ سے حوض کے بارے میں علم حاصل ہو جاتا ہے۔[10]

امام مسلم نے حوض کوثر کے متعلق احادیث طیبہ کو کئی صحابہ کرام سے نقل کیا ہے جن میں حضرت ابن عمر، حضرت ابو سعید، حضرت سہل بن سعد، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت جندب، ام المومنین سیدہ عائشہ، ام المومنین سیدہ ام سلمہ، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت حارثہ بن وہب، حضرت مستورد، حضرت انس، حضرت ثوبان، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔ حوض کوثر کے متعلق امام بخاری اور دیگر محدثین نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت زید بن ارقم، حضرت ابو امامہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر اور خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل کی ہیں۔ اتنی کثرت طرق اور اسانید کی کثرت اس بات پر دلیل ہیں کہ یہ حدیثیں متواتر ہیں۔ جہاں تک امام ترمذی کی روایت کا تعلق ہے کہ ہر نبی کا حوض ہے تو اس سلسلے میں یہی کافی ہے کہ جو اوصاف نبی اکرم ﷺ کے حوض کے بیان کیے گئے ہیں وہ دوسرے نبی کے حوض میں نہیں ملیں گی۔ مثال کے طور پر صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ جو شخص اس حوض کا پانی پی لے گا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ حوض کی یہ خوبی کسی اور نبی کے حوض میں نہیں ملے گی۔

بشر کامل اور بے مثال

رسول اکرم ﷺ کے خصائص میں سے ایک بشریت کاملہ ہے۔ قرآنی آیات کے مطابق رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ آپ فرما دیں میں تمھاری طرح بشر ہی تو ہوں۔[11] مگر اس کا یہ مفہوم قطعاً نہیں کہ آپ ﷺ کوئی عام بشر ہیں بلکہ افضل البشر، سید البشر ہیں کہ جن کا کوئی ثانی نہیں۔ حضور نبی رحمت ﷺ کی حقیقت تک رسائی تو کسی کے بس میں نہیں البتہ جو کچھ قرآن اور سنت میں بیان کر دیا ہے اس پر ایمان لانا ایک مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

علامہ سعیدی نے رسول اکرم ﷺ کی بشریت کے متعلق رائے کو یوں بیان کیا ہے: "آپ ﷺ کی حقیقت کیا ہے، اس سے بحث کرنا ہمارا منصب نہیں ہے۔ ہمیں کسی چیز کے بارے میں یقینی علم نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے تو حضور سرور کائنات کی حقیقت کو ہم کیسے جان سکتے ہیں۔ قرآن کریم سے قطعیت کے ساتھ جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ آپ نوع انسانی سے مبعوث ہوئے۔ آپ انسان کامل اور افضل البشر ہیں۔"[12]

سرور دو عالم ﷺ کا بے مثل ہونا

---

10 دیکھیے: سعیدی، شرح صحیح مسلم، 6:745۔

11 الکہف، 18: 110۔

12 سعیدی، شرح صحیح مسلم، 2: 145-144۔

اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اتنے اوصاف حمیدہ اور کمالات عالیہ سے نوازا کہ آپ ہی انسان کامل ٹھہرے اور آپ کو ہی افضل البشر کا لقب ملا۔ انھی اوصاف اور کمالات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی ثانی تھا اور نہ ہی اس کائنات میں آئے گا، بلکہ آپ کی حیثیت بے مثل انسان کامل کی ہے یہاں تک کہ رسول ﷺ افضل الرسل اور امام الانبیا ٹھہرے۔ علامہ سعیدی نے کتاب الاقضیہ میں رسول اکرم ﷺ کے بے مثل ہونے کے متعلق لکھا ہے کہ عام انسان اور بشر تو کجا تمام رسولوں اور نبیوں میں کوئی آپ کی مثل نہیں ہے۔ علامہ سعیدی نے نبی اکرم ﷺ کے بے مثل ہونے کو مختلف اعتبارات سے واضح کیا جن کو درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے:

رویت کے اعتبار سے بے مثل ہونا

اللہ تعالی نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو وہ بصارت عطا فرمائی تھی جو کسی اور بشر کو عطا نہیں کی کہ آپ کا ارشاد مبارک ہے: **إني أرى ما لاترون**۔[13] "میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔" پھر فرمایا: **والله ما يخفى علي ركوعكم ولا خشوعكم و إني اراكم من وراء ظهرى**[14] بخدا مجھ پر تمہارا کوئی رکوع مخفی ہے نہ خشوع مخفی ہے بے شک میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ نیز فرمایا میں حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ حسن الوہیت کو بھی بے حجاب دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی اور فرمایا کہ نہ نظر بہکی اور نہ کج ہوئی۔[15] یہ آنکھیں ایسی ہیں کہ جاگیں تو ریاضت اور سوئیں تو عبادت فرمایا: میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔[16]

بلحاظ سماعت بے مثال ہونا

اللہ تعالی نے امام الانبیا ﷺ کو وہ قوتِ سماعت عطا فرمائی کہ کسی اور بشر کے حصے میں نہیں آئی۔ فرمایا: **اسمع ما لا تسمعون** [17] "میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔" فرشتوں کی باتیں آپ سنتے ہیں۔ حیوانات اور جنات کا کلام آپ سنتے ہیں حتیٰ کہ شجر و حجر کی آواز بھی سنتے ہیں یہ سب چیزیں اپنی جگہ آپ تو خالق کائنات کا کلام بھی سنتے ہیں جو اگر پہاڑ پر نازل ہوتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے۔[18]

لعاب دہن کی فیوض و برکات کے اعتبار سے بے مثل ہونا

---

13 محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی بن الضحاک الترمذی ،السنن (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998ھ)، ابواب الزھد، باب فی قول النبی ﷺ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا، رقم الحدیث: 2312۔

14 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب الخشوع فی الصلاۃ، رقم الحدیث: 418۔

15 النجم، 53:17۔

16 سعیدی، شرح صحیح مسلم، 99:5۔

17 الترمذی، السنن، ابواب الزھد، باب فی قول النبی ﷺ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا، رقم الحدیث: 2312۔

18 سعیدی، شرح صحیح مسلم، 99:5۔

حضور نبی رحمت ﷺ کے لعاب دہن جیسا کسی کا لعاب نہیں۔ یہ لعاب حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی آنکھوں میں پہنچا تو ایسی ٹھیک ہوئیں کہ پھر کبھی دکھنے کا نام نہ لیا۔ ایک جنگ میں قتادہ بن نعمان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا، آپ ﷺ نے لعاب دہن لگا کر وہ ڈھیلا اپنی جگہ رکھ دیا، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ پیدائشی آنکھ سے اتنا نہیں دکھائی دیتا تھا جتنا آپ کے ہاتھ سے لگائی ہوئی آنکھ سے دکھائی دیتا تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی کو اسی لعاب سے جوڑا، حضرت رافع کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ اسی لعاب سے جوڑی، حضرت ابوبکر کی زہر خوردہ ایڑی میں یہ لعاب لگایا تو زہر کا اثر جاتا رہا۔ حضرت جابر کی ہنڈیا میں لعاب ڈالا تو ایسی برکت ہوئی کہ تھوڑا سا کھانا تمام لشکر کے لئے کافی ہوگیا۔ کھارے کنویں میں یہی لعاب مٹھاس کا باعث بن گیا۔ صرف پانی کا ذائقہ نہیں بدلا زمین کی ماہیت بھی بدل گئی۔[19]

فیضان نظر کے اعتبار سے بے مثال ہونا

حضور نبی رحمت ﷺ کی نظر کا فیضان بھی بے مثال تھا۔ یہ زبان کی تاثیر تھی اور فیضان نظر تھا کہ چوروں، ڈاکوؤں، خائنوں اور لٹیروں کو لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا امین اور محافظ بنادیا۔ جو گلہ بانی کے آداب سے بھی ناواقف تھے انھیں جہاں بان بنادیا۔ آپ کی نظر سے بت پرست بت شکن ہوگئے۔[20]

5۔ سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے بے مثل ہونا

حضور نبی رحمت ﷺ کی ذات گرامی کے بے مثل ہونے کی کئی جہتیں ہیں آپ کا پسینہ خوشبودار تھا۔ کسی نے آپ کا خون پیا تو شفا مل گئی، آپ کے جسم مبارک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی، زمین پر سایہ نہیں پڑتا تھا، اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو جاتا مگر آپ ﷺ کا سب سے بڑا کمال کہ آپ نے تیئیس سال کے مختصر ترین عرصے میں سب سے زیادہ اپنے محبین چھوڑے۔ علامہ سعیدی لکھتے ہیں: "یہ صرف آپ کی سیرت کا اعجاز تھا، یہ آپ کی پاکیزہ زندگی کا کرشمہ تھا، جیسے جیسے آپ کی سیرت کا نور پھیلتا گیا، جیسے جیسے لوگ آپ کی شخصیت سے واقف ہوتے گئے، اسلام پھیلتا گیا ہزاروں نبی اور رسول آئے اور تبلیغ کرکے چلے گئے لیکن کسی نبی اور رسول کی اصل تعلیم اور پیغام باقی نہیں ہے، کسی نبی کی لائی ہوئی کتاب کا اصل متن تک موجود نہیں ہے لیکن آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی آپ کی تعلیم اور آپ کا پیغام باقی ہے اور آپ کا مشن جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا یہی آپ کا نور ہے اور اسی نور کو پھیلانے کی ضرورت ہے۔"[21]

عدم مماثلت کی حقیقت

قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے "میرے رسول فرمادیں کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں" انھی مضامین اور الفاظ کی احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں۔ علامہ سعیدی نے مثلیت کے موضوع کے تحت جو بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

---

19 سعیدی، شرح صحیح مسلم، 5:100۔

20سعیدی، شرح صحیح مسلم، 5:100۔

21 سعیدی، شرح صحیح مسلم، 5:100۔

مثلیت کے موضوع پر لوگ افراط و تفریط کا شکار ہوجاتے ہیں اور ایک دوسرے کو غلط ثابت کرنے کے لئے اور نیچا دکھانے کے لئے بعض اوقات سرور دو عالم ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق ایسی بات کہہ جاتے ہیں جو کہ شانِ رسالت مآب ﷺ اور منصب نبوت کے ہی مناسب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالی نے رسول اکرم ﷺ کو دو ہاتھ فرمائے اوران ہاتھوں کو ایسی قوت بخشی کہ چاند ٹوٹ جائے۔ کنکریاں پھینکیں تو کفار کے چہرے ہی بگڑ جائیں۔ کانوں کو وہ طاقت دی کہ جنات اور ملائکہ کا کلام سن لیں بلکہ اللہ سبحانہ و تعالی کا کلام بھی سن لیں۔ ہم کسی نمازی کو نماز میں بلائیں تو نہ جانا واجب اور اگر سرکار کسی کو حالت نماز میں بھی بلالیں تو اس کے لئے جانا واجب۔ سرکار اگر دوران نماز گفتگو فرمائیں تو نماز نہ ٹوٹے اور ہم اگر گفتگو کر دیں تو ہماری نماز فاسد ہوجائے۔ عام بشر تو دور کی بات ہے دیگر انبیاے کرام بھی ان جیسے نہیں یعنی ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ پاتے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کائنات کی کوئی ہستی آپ کی مماثل نہیں ہے تو پھر قرآن و حدیث میں کیوں آیا ہے "میں تمھاری مثل بشر ہوں" اس کا جواب یہ ہے کہ عدم الوہیت میں حضور ﷺ کی مثل ہیں، ہم بھی خدا نہیں حضور بھی خدا نہیں۔ وجودی چیز میں کوئی مماثلت نہیں، مماثلت تو عدمی چیز میں ہے ورنہ وہ کہاں اور ہم کہاں۔[22]

علالت اور شفائے امراض

اللہ تعالی نے رسول اکرم ﷺ کو دنیائے انسانیت کی روحانی بیماریاں جیسے کینہ، بغض، حسد، نفاق، جھوٹ اور بدعہدی کے علاج کے لئے روحانی حکیم بناکر مبعوث کیا۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے روحانی علاج کے ساتھ ساتھ جسمانی امراض کا علاج بھی فرمایا اور پروردگار عالم نے شفاعطافرمائی۔ مگر صحیح مسلم و دیگر کتب احادیث اور سیرت میں یہ روایات بھی موجود ہیں کہ سرور دوعالم ﷺ جہاں فانی سے پردہ فرمانے سے قبل شدت مرض کی وجہ سے بار بار بے ہوش ہوجاتے تھے حتی کہ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کی آخری سترہ نمازیں حضرت ابوبکر صدیق کی اقتدا میں پڑھیں۔ کتاب الصلوۃ کے اسی باب کی شرح میں علامہ سعیدی نے اسی موضوع کے تحت بحث کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے۔ آپ نے اس کی شرح میں یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی تو ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مرض میں مبتلا ہونا ایک طبعی چیز ہے تاہم اللہ تعالی انبیاء کرام کو ایسی بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں جو شان نبوت کے خلاف ہوں جیسے برص، جنون وغیرہ۔ رسول اکرم ﷺ دردسر اور بے ہوشی کے مرض میں مبتلا ہوئے اور خالق حقیقی سے جاملے، علامہ سعیدی نے چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جو کہ رسول اکرم ﷺ کے جسمانی امراض کے طبیب کو ثابت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق کی زہر خوردہ ایڑی میں لعاب دہن لگایا تو وہ تندرست ہوگئے۔ حضرت علی المرتضی کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو انھیں ایسا معلوم ہوا جیسے آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں۔ حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے لعاب دہن لگا کر ڈھیلا اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ پہلے

22دیکھیے: سعیدی، شرح صحیح مسلم، 2: 147-146۔

سے زیادہ روشن ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان بیماروں کو محض اپنے لعاب دہن سے شفا دے کر یہ بتادیا کہ میں تم جیسا نہیں ہوں اور خود بے ہوشی کے مرض میں مبتلا ہو کر یہ سمجھادیا کہ میں خدا جیسا نہیں ہوں۔[23] رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم اور لعاب دہن سے مذکورہ بالا شخصیات کے علاوہ بھی کئی لوگ شفایاب ہوئے۔ غزوہ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹانگ میں تلوار کا زخم ہوگیا، رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ دم کر دیا، درد جاتا رہا، صرف نشان باقی تھا۔[24] حجۃالوداع کے موقع پر ایک خاتون گونگا بچہ لے کر حاضر ہوئی۔ کریم آقا نے پانی منگوایا، ہاتھ دھویا اور کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس کو پانی پلا دو تو وہ لڑکا بالکل صحیح ہوگیا۔[25] ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر نسیان کی شکایت کی کہ وہ قرآن یاد کرتے ہیں مگر بھول جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح نماز پڑھ کے یہ دعا مانگو۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور فائدہ یہ حاصل ہوا کہ پہلے چار آیات یاد کرتے تھے اور اب چالیس چالیس آیات یاد کر لیتے ہیں۔ پہلے بھولتے تھے مگر اب ہر حرف یاداشت میں رہ جاتا ہے۔[26] حضرت عبداللہ بن عتیک ایک یہودی ابو رافع کو قتل کر کے واپس آنے لگے تو کمرے کے زینہ سے گر پڑے جس سے ان کی ٹانگ پر سخت چوٹ آگئی، ان کو حضور کی بارگاہ اقدس میں لایا گیا تو وہ ٹانگ فوراً ٹھیک ہو گئی اور معلوم یوں ہوتا تھا کہ جیسے چوٹ لگی ہی نہیں تھی۔[27]

صبر ورضا

تاریخ انسانی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی آزمائش و ابتلا سے گزرنا پڑا۔ عام لوگوں کی نسبت انبیاے کرام کو ابتلا کا زیادہ سامنا کرنا پڑا اور انبیاے کرام ورسل عظام میں سے امام الانبیا حضرت محمد ﷺ کو زندگی کے امتحانات سے زیادہ دوچار ہونا پڑا۔ آپ ﷺ پر ابتلا کا آغاز تو آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی ہو گیا تھا کہ آپ کے جلوہ گر ہونے سے پہلے ہی آپ کے والد گرامی انتقال کر گئے۔ والدہ محترمہ کا سایہ عاطفت بھی عہد طفولیت میں ہی اٹھ گیا۔ اس کے دو سال بعد دادا جان کا سہارا بھی ختم ہوگیا۔ آپ کے شفیق چچا ابوطالب نے آپ ﷺ کی بھرپور کفالت کی۔ کریم آقا ﷺ نے جب اعلان نبوت کیا تو کفار مکہ کی جانب سے کافی مزاحمت ہوئی جس پر جناب ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی رفاقت نے سہارا دیا مگر کچھ عرصہ بعد وہ دونوں بھی مفارقت دے گئے۔ اولاد کا رشتہ انتہائی عزیز ہوتا ہے مگر کریم آقا نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنی بیٹی فاطمہ کے علاوہ اپنی اولاد کو سپرد خدا کر دیا۔ الغرض ابتلاء کا یہ

---

23 سعیدی، شرح صحیح مسلم، 1:1207۔

24 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر۔

25 ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، (بیروت: دارالرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ)، کتاب الطب، باب النشرۃ، رقم الحدیث: 3532۔

26 الترمذی، السنن، ابواب الدعوات، باب فی دعاء الحفظ۔

27 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع۔

سلسلہ زندگی کے ہر حصہ میں رہامگر رسول مکرم ﷺ اپنافریضہ تبلیغ بخوبی ادا کرتے رہے یہاں تک کہ تئیس سال کے مختصر عرصہ میں ایک جمیعت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔علامہ سعیدی نے حضور نبی رحمت ﷺ کے فرمان مبارک کے ایک حصہ "صبر ضیاء ہے" کی شرح میں صبر کا مفہوم بیان کیا۔ پھر انبیاے کرام کے صبر کی مثالیں دے کر آخر میں رسول اکرم ﷺ کے صبر کے متعلق روایت نقل کی، علامہ سعیدی نے صبر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھاکہ جو صبر شریعت میں پسندیدہ ہے وہ اللہ تعالی کی عبادت میں مشقت اٹھانے پر صبر کرنا ہے، معصیت کے تقاضے پورے نہ کرنے پر صبر کرنا ہے اور دنیامیں جو اس پر مصائب اور آلام نازل ہوتے ہیں، ان پر صبر کرنا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ صبر ایک پسندیدہ عمل ہے اور صبر کرنے والا ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے اور ہدایت پر مستقیم رہتا ہے۔ ابراہیم خواص[28] نے کہا ہے کہ کتاب اور سنت پر ثابت قدم رہنا صبر ہے۔ استاذ ابو علی دقاق نے کہا صبر کی حقیقت یہ ہے کہ تقدیر پر اعتراض نہ کرے۔ البتہ مصائب کا اظہار کرنا صبر کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ یہ اظہار بطور شکایت نہ ہو۔[29] علامہ سعیدی آیات قرآنیہ کی روشنی میں صبر ایوبی و صبر یعقوبی کا تذکرہ کرنے کے بعد نبی آخر الزمان ﷺ کے صبر کو یوں بیان کرتے ہیں: " سیدنا حضرت محمد ﷺ سید الصابرین ہیں۔اس کے باوجود آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات پر فرمایا: "اے ابراہیم تمھاری جدائی پر ہم غمگین ہیں۔"[30] عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفٍ القَيْنِ، وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ، فَقَبَّلَهُ، وَشَمَّهُ، ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: «يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ»، ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرَى، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ، وَالقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلاَ نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ.[31] "حضرت انس بن مالک سے روایت ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس گئے وہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی کے خاوند تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم کو اٹھایا، انہیں بوسہ دیا اور ان کو سونگھا پھر اس کے بعد ہم حضرت ابراہیم کے پاس گئے اور وہ اس وقت اپنی جان کی سخاوت کر رہے تھے اور رسول اکرم ﷺ کی دونوں آنکھیں اشکبار تھیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کی یارسول اللہ آپ کی یہ بھی کیفیت۔آپ نے فرمایا اے ابن عوف یہ آنسو رحمت ہیں پھر دوبارہ آپ کے آنسو جاری

28 ابو اسحاق ابراہیم بن احمد الخواص، ایران کے رہنے والے تھے، تیسری صدی کے مشہور سنی صوفی عالم ہیں۔ابو عبد الرحمٰن السلمی، طبقات الصوفیۃ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2003)، 220-222۔

29 سعیدی، شرح صحیح مسلم، 1:861۔

30 سعیدی، شرح صحیح مسلم، 1:861۔

31 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ، رقم الحدیث: 1303۔

ہوئے اور فرمایا کہ آنکھ رو رہی ہے اور دل غمگین ہے۔ ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم ہم آپ کی جدائی پر غم زدہ ہیں۔" اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے کہ جب ستر قاری شہید ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور میں نے کبھی رسول اکرم ﷺ کو اتنا زیادہ غم میں مبتلا نہیں دیکھا۔"[32] اس حدیث سے علامہ سعیدی نے یہ بھی استنباط کیا ہے کہ مصیبت پر غم زدہ ہو جانا اور اظہار کرنا صبر اور شریعت کے خلاف نہیں ہے، البتہ مصیبت کی شکایت کرنا اور آواز سے رونا صبر کے خلاف ہے۔[33]

شرح صحیح مسلم میں آں حضرت ﷺ کے صبر کے متعلق یہ دو روایات موجود ہیں ورنہ آپ ﷺ کی مکمل حیات طیبہ صبر سے عبارت ہے، آپ کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دکھ نہ سہنا پڑا بلکہ 8 ہجری میں آپ ﷺ کی صاحبزادی کا وصال ہوا تو آپ نے از خود تجہیز و تکفین کے متعلق ہدایات دیں۔ جنازہ کو دیکھ کر آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے غزوہ موتہ میں آپ اپنے پیارے غلام حضرت زید بن حارثہ اور چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت پر آبدیدہ ہو گئے، اس ابتلاکے ساتھ اہل مکہ کا جو رویہ حضور نبی رحمت ﷺ کے ساتھ تھا وہ بھی بہت درد انگیز تھا۔ کفار مکہ نے رسالت مآب ﷺ کی زندگی شہر مکہ میں اجیرن کر دی یہاں تک کہ آپ کو مدینہ منورہ ہجرت کرنا پڑی مگر وہاں بھی اسلام کے ان دشمنوں نے سکھ کا سانس نہیں لینے دیا۔ دوسری طرف یہود اور منافقین نے بھی ایذارسانی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ان تمام حالات میں اللہ کے رسول ﷺ نے صبر کا ہمالیہ بن کر اپنی تبلیغ کا کام جاری رکھا اور اپنے مقصد و مشن میں سرخرو ہوئے۔

خلاصہ بحث

علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں روایات سیرت کی مناسبت سے آں حضور ﷺ کے خصائص و امتیازات کی تذکرے پر خصوصی توجہ دی ہے۔ اس حوالے سے ان کی تحریروں سے خصائص وامتیازات نبوی کے ضمن میں جو نکات یہاں پیش کیے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ تمام انبیاے کرام کی مغفرت یقینی ہے، مگر دنیا میں مغفرت کی نوید صرف نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ مغفرت کی تصریح کے باوجود نبی مکرم ﷺ کا کثرتِ عبادت امت کو شکر گزاری کی ترغیب دینا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے کسی کے لئے بددعا نہیں نکلی، بلکہ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ علامہ سعیدی کے مطابق بددعا کی بجائے دعائے ضرر کا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ بددعا اور دعائے ضرر کی بجائے کسی کے خلاف دعا کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔ صبر میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثانی نہیں ہے، بلکہ آپ سید الصابرین ہیں۔ آپ ﷺ بشر کامل ہیں اور ذات و اوصاف کے اعتبار سے بے مثال۔

---

32 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب من جلس عند المصیبۃ، رقم الحدیث: 1300۔

33 سعیدی، شرح صحیح مسلم، 1: 862۔